پیشۂ فارمیسی کے تدریسی اداروں کی موجودہ صورتحال کا تجزیاتی جائزہ۔

پروفیسر ڈاکٹر طٰہٰ نذیر پی ایچ ڈی

نائب صدر: فارماسسٹ فیڈریشن (ر)

صدر: فارماسسٹ الائینس، پاکستان فارماسسٹ اسوسی ایشن

C.: 0321 222 0885; E.: tahanazir@yahoo.com; W.: www.pharmacistfed.wordpress.com

علم یقیناً روشنی ہے۔ مستقل میراث اور دائمی دولت ہے۔ جس سے کئی ہنر پنپتے ہیں۔ خواب حقیقت بنتے ہیں۔ مفروضے نظریوں میں تبدیل ہوتے ہیں اور علمی تخیل عملی منصوبوں کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ علم کی حقیقت سے یقیناً کسی کو انکار نہیں۔ جس سے اشرف المخلوقات کی تخصیص ہوتی ہے۔ بنی نوع انسان کی فضیلت اجاگر ہوتی ہے۔ اور پھر ہمارے نبی ﷺ کی دعا بھی علم ہی کے متعلق تھی "ربی زدنی علما" اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ اور پھر انہوں نے تمام تر پیشہ پائے زندگی میں شاندار کردار ادا کرنے کے باوجود خود کو استاد ہی کہلانا پسند فرمایا "اِنَّمَا اَنَا بُعِثتُ مُعَلِّم" بے شک مجھے اُستاد بنا کر بھیجا گیا۔ لیکن ان تمام حقائق کے باوجود، ہمارے نبی کا پیش کردہ یہ فلسفہ علم اٹھارہویں صدی عیسوی میں کئی اعتبار سے بدل گیا۔ یہ ایک تجارتی مال، قابل فروخت اثاثہ اور حصول ملازمت کا بہترین محرک بن گیا۔ جس سے انسانی معاشرے میں کئی ناپسندیدہ تبدیلیاں برپا ہونے لگیں۔ اور بدقسمتی سے آج یہ علم ایک منافع بخش کاروبار کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اساتذہ، انتظامیہ اور اداروں کا ایک ہی مرکز و محور ہے۔ کہ کہاں سے اور کتنا منافع کمایا جائے۔ اسے کیسے بڑھایا جائے۔ اور شائد اسی سوچ ہی کی وجہ سے آج ایگزیکٹ "Exact" بھی زیر عتاب ہے۔ اور بحیثیت مجموعی ہم خوابوں اور امیدوں کو بیچتے ہیں۔ معیار علم، انسانی روایات اور سماجی قدروں سے قطع نظر زیادہ سے زیادہ مادی و دنیاوی مفادات کے حصول میں مگن ہیں۔

چنانچہ آج پیشہ فارمیسی کے اکثر و پیشتر ادارے رضائے الٰہی اور خدمت انسانی کی بجائے حصول دولت کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ جن علمی اداروں سے روشنی برآمد ہونی تھی۔ جہاں سے پیشہ فارمیسی کی ترقی و عروج کے راستے دریافت ہونے تھے۔ ادویاتی سہولیات کی فراہمی کو یقینی کی منصوبہ بندی ہونی تھی۔ ڈرگ رولز Drug Rules کی عملداری اور ماہرین ادویات کو ان کی حقیقی ادویاتی و طبی ذمہ داریاں تفویض کرنے کی بات ہونی تھی۔ علم و ہنر کا فروغ اور تحقیق و اشاعت کا بول بالا ہونا تھا۔ وہاں آج جبر و قہر، بددیانتی و بدعنوانی اور بے برکتی و بے قدری نمایاں دیکھی اور محسوس کی جا سکتی ہے۔ قسمت نوع بشر کے چارہ گر اور صنعت نوع انسانی کے صورت گر ایک طے شدہ بددیانتی (Engineered corruption) میں ملوث ہیں۔ میں ذاتی طور پر اپنے براہ راست مشاہدے کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ کئی اساتذہ ہی نہیں بلکہ سربراہان ادارہ جات (Principal/Chairman/Deem) بھی محض مادی مفاد کیلئے ایسے غیر قانونی و غیر اخلاقی فیصلے کر جاتے ہیں۔ جسے دیکھ کر شاید پنجاب پولیس کے بددیانت تھانیدار بھی شرما جائیں۔ اور اپنی ایمانداری و فرض شناسی کے نسبت و تناسب پر فخر محسوس کریں۔ کیونکہ نہ وہ علم و روشنی کے مسافر ہیں۔ نہ معمار قوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ نہ درس و تدریس جیسے مقدس پیشے سے منسلک ہیں۔ اور نہ ہی استاد ہونے کے پیغمبرانہ منصب پر فائز ہیں۔ یہاں ہم اپنی بات کی سچائی ثابت کرنے کے لئے ایک سربراہ ادارہ کا ذکر ضرور کرینگے۔ جو پوسٹ گریجویٹ M.Phil کی پوری کی پوری کلاس ہی کو محض معقول معاوضہ مل جانے کے لالچ سے لے اڑا۔ اس فیصلہ کو متعلقہ شعبہ کے تحقیقی بورڈ اور اسی ادارے کے اعلیٰ تحقیقی بورڈ نے بھی منظور کیا۔ جس سے ماہرین ادویات، اساتذہ برادری بھی فرط حیرت میں ڈوب گئی۔ وہ اپنے ساتھی اور استاد کو تو کچھ نہ کہہ سکے۔ مگر اپنی نظر و فکر کی درماندگی کو سمیٹ کر ایمان و عقیدہ کے کمزور درجے میں جا بیٹھے۔ جبکہ کئی ایک اداروں میں پوسٹ گریجویشن M-Phil, Ph.D میں انتہائی باقاعدگی کے ساتھ داخلہ تو دیا جاتا ہے مگر ان کی تحقیق اور مقالہ جات کی تدوین کے لیے عملی و حقیقی نگران Supervisors متعین نہیں کیئے جاتے۔ حتیٰ کئی دفعہ جناب موصوف ہائر ایجوکیشن اور فارمیسی کونسل کی سات سے زیادہ طلبہ کی

نگرانی Supervision نہ کر سکنے کی مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے، اپنے ساتھی اساتذہ کو تحقیقی مقالہ پر صرف دستخط کرنے پر بھی مجبور کرتے ہیں۔ تاکہ انکا نام استعمال کر کے متعلقہ رقم اپنی جیب میں ڈال لیں۔ اس تناظر میں، ایک ادارے کے باضمیر استاد نے انتہائی جرات کا مظاہرہ کیا۔ ایمانداری اور فرض شناسی کی شاندار مثال قائم کرتے ہوئے ببانگ دہل انکار کر دیا۔ جو اگرچہ جناب موصوف کے لئے غیر یقینی تھا۔ مگر اس کے لئے اب مناسب ترین یہی تھا کہ حالات کی تبدیلی کا صحیح ادراک کرے۔ وقت اور مقدر کے فیصلے کو قبول کرے۔ جو یقیناً اس نے کیا۔ اور بات صرف یہی ختم نہیں ہوتی، بلکہ بعض اداروں میں سربراہ ادارہ تحقیق مکمل اور مقالہ لکھ لینے والوں کو اپنا اور نہ لکھنے والوں کو باقی اساتذہ میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور انتہائی ڈھٹائی سے تلقین فرماتے ہیں کہ آپ بھی طلباء کو گھیرو (یعنی جانوروں کی طرح قابو کرو)۔ جو یقیناً خدمت انسانی کے پیشہ فارمیسی میں علمی بددیانتی کا شاندار مظاہرہ ہے۔

انتہائی عزیز ساتھیو! پاکستان فارمیسی کونسل کے مسلسل اصرار کے باوجود الا ماشاء اللہ کراچی یونیورسٹی کے علاوہ کسی بھی فارمیسی کے ادارے نے پانچ ڈیپارٹمنٹس اور ان کے متعلقہ نگران Chairmans متعین نہیں کئے۔ اللہ غریق رحمت کرتے جناب پروفیسر ڈاکٹر افضل شیخ صاحب سابقہ ڈین فیکلٹی آف فارمیسی، پنجاب یونیورسٹی لاہور کو، جنھوں نے بہترین رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے چیئر مین شپ سے دست بردار ہو کر اپنے ساتھی پروفیسر ڈاکٹر نعیم انور مظفر صاحب کو ساتھ چلنے، پیشہ فارمیسی کو ترقی دینے اور تعلیم و تدریس کو پروان چڑھانے کی راہیں ہموار کیں۔ شاید یہ محترم و شفیق اساتذہ پیشہ فارمیسی کی رواداری بھی اپنے ساتھ اس جہان فانی سے لے گئے ہیں۔ جن کی مغفرت کیلئے ہم دعاگو ہیں۔ ورنہ آج ادارہ بھی وہی ہے۔ انکے دور کے جانشین اساتذہ بھی وہی ہیں۔ مگر اس عظیم روائت کو قائم رکھنے، اعلیٰ انسانی قدروں کو زندہ رکھنے کا حوصلہ فوت ہو چکا ہے۔ یہاں تین پروفیسرز اور ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ مگر پرنسپل اور ڈین کی دونوں عہدوں پر ایک ہی شخصیت قابض ہے۔ جو کسی بھی قیمت پر اپنے اختیارات کو وسیع تر پیشہ ورانہ مفاد کیلئے کم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ HEC اور فارمیسی کونسل کے تمام تر احکامات کو رد کرتے ہوئے، فارمیسی برادری کے تقاضوں کے خلاف، تدریسی اصولوں کے منافی، اور تدریسی ترقی و بہتری کے تمام امکانات کو قتل کرتے ہوئے، اپنے شخصی و ذاتی مفادات کو ترجیح دینگے۔ اپنے اختیارات و اقتدار کو تا قیامت قائم و دائم رکھنے کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ اگر فارمیسی کے تعلیمی اداروں کا جائزہ لیں تو یہاں بھی ایک مخصوص گروہ نظر آئے گا جو ایک تسلسل اور ڈھٹائی کے ساتھ "میثاق جمہوریت" کی طرح ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ جو فلسفہ تعلیم اور اصول تدریس کے منافی ہے۔ چنانچہ ہم ارباب اختیار سے مطالبہ کرتے ہیں، تعلیمی معیار اور پیشہ ورانہ ہنرمندی کی بالادستی ہونی چاہیئے۔ ادویات وصحت کے مضامین کے تمام تر پہلوؤں کا احاطہ کرنے کو ترجیح حاصل ہونی چاہیئے۔ بیرونی امتحانات (external evaluation) کے بنیادی تصور اور اصولی افادیت کو ہرگز فراموش نہیں ہونا چاہیئے۔ ممتحن (examiner) کی رائے Jugdement مقدم و افضل ہونی چاہئے۔ سربراہان اداراجات کے اختیارات کے ناجائز استعمال کی بازپرس ہونی چاہیئے۔ کسی مضمون کو پڑھائے بغیر محض پیسے بٹورنے کیلئے سرکاری و دفتری فہرست میں نام ڈلوا کر خزانے سے اپنے حصے کی رقم کی ناجائز وصولی کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے۔ اپنے سٹاف کو پکے پکائے کھانے کی طرح تحقیق مکالہ پیش کرنے اور دستخط کر کے ملنے والی رقم کو کسی خدائی تحفہ کی طرح تقسیم ہونے پر پابندی ہونی چاہئے۔ اسکے ساتھ ساتھ دفتری و سرکاری اخراجات کو ان کے حقیقی مداعات میں ہی خرچ ہونا چاہیے۔ چند ہزار ماہانہ مشاہیر کے لئے، متعلقہ کام نہ کرنے کے باوجود، خود ہی کا نگران Coordinator بن جانے پر پابندی ہونی چاہیے۔ مزید براں کئی اداروں میں طرفہ تماشہ یہ بھی دیکھا گیا کہ جناب سربراہ ادارہ نے سٹڈی بورڈ /Faculty Research/ Study Board اور اعلیٰ تحقیقی بورڈ Advance Stud Board کو موم کی ناک اور گھر کی لونڈی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ جس کے ممبران کی حیثیت مٹی کے مادھو، مقدس گائے، مشینی ربوٹ Control Robot Remote اور پتھر کے صنم سے زیادہ نہیں۔ اور جناب موصوف اپنے ذاتی و شخصی یا کبھی کبھار گروہی مفادات کیلئے عجیب و غریب فیصلے کر جاتے ہیں۔ جو یقیناً تاریخ کا حصہ بن کر تعلیم، متعلم اور تعلیمی اداروں کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔ اور شائد اس میں ملوث افراد کے لئے بھی زندگی کے کسی حصے میں ضمیر کے جاگنے یا اللہ کے ہدایت دینے پر شرمندگی و ندامت کا باعث بنتے ہوں۔

اسی طرح اگر ہم اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور کی بات کریں۔ تو یہاں 1990 میں شعبہ فارمیسی کی بنیاد رکھی گئی۔ اور 1991 میں بی فارمیسی B.Pharmacy کا پہلا تعلیمی سیشن

شروع ہوا۔ 2002 میں ایم فل، 2003 میں ڈاکٹر آف فارمیسی Pharm-D اور 2007 میں پی ایچ ڈی Ph.D شروع کی گئی۔ یہاں کے ارباب اختیار نے فارمیسی کے پانچ تعلیمی شعبہ جات قائم کرنے سے فرار کا عجیب راستہ اختیار کیا۔ شعبہ فارمیسی کو اسی مقام پر منجمد Static کرتے ہوئے، Bachelor of Eastern Medicine & Surgery(BEMS) اور ہومیو میڈیسن کی ڈگری Bachelor of Homeo Medicine & Surgery جیسے کورسز کا آغاز کر دیا۔ جنکی افادیت سے یقیناً انکار نہیں۔ لیکن پیشہ فارمیسی کو کسی بند گلی میں لے جانے کا یقیناً انکے پاس کوئی اختیار نہیں۔ اگر ایسا ہی کرنا تھا تو کتنا اچھا ہوتا کہ فارمیسی کو میڈیکل یا ڈینٹسٹری Dentistry میں ضم کر دیتے۔

اگر ہم فیکلٹی آف فارمیسی، یونیورسٹی آف سرگودہا کی بات کریں تو یقیناً یہاں کی تحقیقی سہولیات Research facilities، عمارتی ڈھانچہ اور آلات واوزار دیگر اداروں سے موازناتی Comaritively اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ اپنے قدرتی جغرافیائی علاقہ، فوجی چھاؤنی، وادی سون سکیسر اور معدنیات وادویاتی جڑی بوٹیوں کے وسیع علمی و تحقیقی وسائل کی وجہ سے اہم ہے۔ اس شعبہ فارمیسی کے بانی پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال 2003 میں Pharm-D کا آغاز فیکلٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے تحت کیا۔ 2007 میں ایم ایس پروگرام کا آغاز ہوا۔ جو فارماسسٹ اور کیمسٹ کی لڑائی میں کئی پیچیدگیوں کا شکار ہو گیا۔ اور بعد ازاں ایم فل کی صورت میں دوبارہ شروع کیا گیا۔ 2009 میں پی ایچ ڈی پروگرام شروع کیا گیا۔ شعبہ فارمیسی کو ہمیشہ شاندار اور قابل تحسین قیادت میسر رہی ہے۔ لیکن اب شائد اسے کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ یہاں ایک اور اکلوتے ہی فارماسسٹ پروفیسر صاحب ہیں۔ وہی ڈین ہیں، وہی چیرمین ہیں۔ سنڈیکیٹ Syndicate کے ممبر اور الحاق کمیٹی Affiliation committe کے ممبر ہیں۔ جناب موصوف ہی ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کوارڈینیٹر بھی ہیں۔ گویا جناب میاں نواز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان کے بعد، شعبہ فارمیسی، یونیورسٹی آف سرگودہا کے نگران ہی کی ہستی ہے۔ جو اختیارات و اقتدار کو اپنی ذات و خاندان ہی میں سمیٹ لینے کا ہنر رکھتے ہیں۔ یہاں آجکل اپنے لئے بہترین سرکاری و دفتری آسائشوں کا سامان کرنے اور دیگر اساتذہ کو بنیادی تدریسی سہولیات تک سے محروم کر دینے کا رواج ہے۔ طلبہ وطالبات کو زبردستی اپنے قابو میں رکھنے اور HEC کے متعلقہ قوانین کی دھجیاں اڑانے کا چلن ہے۔ اپنے معاشی مفادات کے لئے تحقیقی بورڈ Resarech Board اور اعلیٰ تحقیقی بورڈ Advance Research Board کو گھر کیل لونڈھی بنا لینے کا طریقہ رائج ہے۔ کھلے عام سٹاف میٹنگ میں دھمکیاں دینے کی ریت چل نکلی ہے۔ اساتذہ کے نتائج تبدیل کر دینے اور امتحانی بددیانتی و بدعنوانی کا عمومی دور دورہ ہے۔ جناب چیرمین ڈین صاحب، جنکی نالائقی کی پورے ملک میں مثالیں دی جاتی ہیں۔ وہ کہنہ مشق اساتذہ کے تدریسی ہنرمندی کا جائزہ لینگے۔ چنانچہ جہاں ذاتی و شخصی آسائشوں کے لئے اجتماعی و قومی مفادات قربان کرنے کا جذبہ عروج پر ہو۔ وہ بھلا پانچ تدریسی شعبہ جات بنائنگے۔ اور اس پس منظر میں ہمیں انطامیہ سے بین الاقوامی معیار کے پانچ تدریسی شعبہ جات اور انکے متعلقہ نگران نہ بنانے کا قطعی گلہ نہیں کرنا چاہئے۔

بہاؤالدین یونیورسٹی، ملتان میں شعبہ فارمیسی کا آغاز 1976 میں فیکلٹی آف میڈیسن، ڈنٹسٹری اینڈ فارمیسی کے تحت تین سالہ بی فارمیسی سے ہوا۔ 1979 میں چار سالہ بی فارمیسی، 1986 میں ایم فل اور 2003 میں پانچ سالہ Pharm-D کا آغاز ہوا۔ 1992 میں شعبہ فارمیسی کو فیکلٹی آف فارمیسی کا درجہ دیا گیا۔ جو ہنوز ابھی تک ہے۔ جسے کے تحت پانچ متعلقہ تدریسی شعبہ جات اور انکے نگران Chairmans نہیں بنائے گئے۔ اور نہ ہی مستقبل قریب میں ایسا کرنے کا کوئی پیشہ ورانہ شوق، جذباتی لگاؤ اور مثبت لگن Positive potential محسوس ہو رہی ہے۔ یہاں چار پروفیسرز، دو ایسوسی ایٹ پروفیسرز، چار اسسٹنٹ پروفیسرز اور دو لیکچرارز ہیں۔ چنانچہ یہاں اصولی اعتبار سے فارمیسی کونسل اور HEC کے وضع کردہ ڈھانچے Organogram کے مطابق پانچ اصولی تدریسی شعبہ جات اور نگران بننے کے امکانات ہونے چاہئے۔

محترم فارماسسٹ بھائیو اور بہنوں! ہمارے کسی فارماسسٹ اچھے منصب پر فائز ہونا یقیناً ہمارے لئے فخر کی بات ہے۔ لیکن اہلیت و قابلیت کو فوقیت ہونی چاہئے۔ متعلقہ تعلیمی و تحقیقی تقاضے پورے کئے بغیر، کسی تعلق کی بنیاد پر ڈگریاں بانٹنے کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔ جسکی نشاندہی ڈاکٹر محمد علیم اختر لک، یونیورسٹی آف بلوچستان نے بھی کی ہے۔ میں ایسے بھی ایک ادارے کو جانتا ہوں۔ جسکے ساتھ الحاق شدہ Affiliated ادارے کے نگران Dean/ principal چیخ اٹھے۔ کہ یہ کیسا نظام ہے کہ ایک ہی شخص بیک وقت کئی

مضامین کا ممتحن بن کر اداروں کو نظام کو چکمہ دے رہا ہے۔محض پیسے کمانے کے لئے ہر جائز و ناجائز کام کرنے پر آمادہ ہے۔حالانکہ اللہ نے ہر انسان کے مقدر کا رزق لکھ دیا ہے۔ جسکو یقیناً ہم لوگوں کے تعلیمی پس منظر، حسب ونصب، جسمانی لمبائی چوڑائی، ذہانت وفطانت اور شکل وصورت سے منسلک نہیں کر سکتے۔دنیا کے سارے انبیا نے سادہ زندگی بسر کی۔ایک داعی ومسافر کی طرح رہے۔اللہ کی ربوبیت اور بالا دستی کا حکم دیتے رہے۔حدوداللہ میں رہتے ہوئے پیغمبرانہ منصب کے تقاضے پورے کرتے رہے۔ ہم اساتذہ برادری تو براہ راست اپنے نبی کی نبوت کے وارث ہیں۔کیونکہ آپ ﷺ کے معلم مبعوث ہونے کی نسبت سے ہمیں بہترنمونہ Role model پیش کرنا چاہئے۔پھر اگرچہ پیشہ فارمیسی کسی بھی طرح کی مذہبی پابندیوں سے آزاد ہے۔ یہاں ہر فرقہ، مذہب، عقیدہ، برادری، جنس، علاقہ، رنگ اور نسل Blood, Race, Community, Believe, Region, Nationality کے یکساں حقوق ہیں۔نہ کسی کی فضیلت وفوقیت ہے اور نہ کسی کو جسمانی ونظریاتی اعتبار سے اپنی مرضی سے ٹھونسنے Drive and control کرنے کا اختیار ہے۔مگر ہمارے ملک پاکستان میں تو تقریباً 99% فارماسسٹ مسلمان اور حضرت محمد ﷺ کے ماننے والے ہیں۔باقی لوگ اگرچہ ہمارے نبی کو نہیں مانتے، مگر آپ ﷺ کے محترم ہستی اور اکمل انسان ہونے کے ضرور معترف ہیں۔جنکے بتائے اصول زندگی آج پندرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اپنی تمام تر افادیت کے ساتھ زندہ وتابندہ ہیں۔چنانچہ ہم اپنے تمام دوست جو دنیا کی شان وشوکت، مال واسباب اور اختیار واقتدار کے حصول کیلئے بنیادی انسانی تقاضوں تک کو فراموش کر جاتے ہیں، سے بھول جاتے ہیں۔ان سے نبی آخرالازمان ﷺ کی زندگی کے کچھ پہلو بتانا چاہیں گے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جنت میں فقراء، مال داروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے (ترمذی)۔حضرت ابن عباسؓ اور عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ اس میں اکثر نادار لوگ ہیں۔پھر جہنم میں جھانکا تو اس میں اکثریت عورتوں کی دیکھی (بخاری ومسلم)۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت والے دن موٹا تازہ بڑا آدمی آئے گا۔اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا۔(بخاری ومسلم) حضرت عائشہؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جو کے بدلے میں گروی رکھی تھی (بخاری ومسلم)۔یہ صورتحال اس ہستی کی ہے، جسکا نام لیتے ہم صبح شام تھکتے نہیں۔جو ہمارے آقا ومولا ہیں۔ جنکی پوری زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

عزیز فارماسسٹ بھائیو اور بہنو! ہمیں اپنے ادویاتی علم اور پیشہ فارمیسی کے ہنر کو رضائے الٰہی، حصول جنت اور خدمت انسانی کا ذریعہ بنانا چاہیے۔نہ کہ اسے پڑھتے پڑھاتے، سیکھتے سکھاتے ہم کسی بڑے گھر کے سندر سپنوں میں کھو جائیں۔لمبی گاڑی اور اعلیٰ سرکاری منصب کے تصور میں گم ہو جائیں۔کوئی تحقیقی کام Research study یا پیشہ ورانہ سرگرمی Practical work کرتے کرتے مسنون انسانی طریق حیات اور اعلیٰ فلسفہ زندگی کو فراموش کر جائیں۔یہ ہماری زندگی کا باریک نقطہ ہی سہی مگر اپنے دامن میں کئی مفاہیم سمیٹے ہوئے ہے۔انسانوں کو انسانیت سے تولنا چاہیے۔امانت ودیانت، شرافت وصداقت ہی ہماری زندگیوں کا پیمانہ ہونا چاہیے۔تقویٰ اور خوف خدا ہمارا معاشرتی وسماجی معیار ہونا چاہیے۔اگر ہم اپنی عمومی زندگی کا اپنے نبی ﷺ کے طریق حیات سے موازنہ کریں۔آج ہمیں نرم وگداز جمبو سائز بستروں پر سونا بہت اچھا لگتا ہے۔مگر ہمارے نبی ﷺ تو پوری زندگی کھردرے بستر پر سوتے رہے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) ایک چٹائی پر سوئے، جس سے آپ کے پہلو میں (چٹائی کے) نشان پڑ گئے۔ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر (اجازت دیں تو) ہم آپ کے لئے ایک نرم گدا تیار کر دیں۔آپ نے فرمایا۔مجھے دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لئے ٹھرا۔پھر چل پڑا۔اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔(حسن۔سنن ترمذی)۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا۔جس میں کھجور کے درخت کی پتلی چھال بھری ہوئی تھی۔(بخاری)۔حضرت عائشہؓ نے ہمیں (اوپر لینے والی) چادر اور (نیچے لینے والی) موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ان دو چادروں میں ہوئی۔(بخاری ومسلم)۔ہم لمبے چوڑے پرتائیش گھروں میں آرام دہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ہمارا نبی ﷺ نہایت معمولی رہائش گاہ میں پوری انسانیت کیلئے تاقیامت رہنے والی روشنی وراہنمائی عطا کر گیا۔ہم اعلیٰ مناصب اور اونچے عہدوں کی خواہش اور کوشش کرتے ہیں۔جبکہ ہمارے نبیؐ نے اقتدار وشہرت کی ہر جدوجہد وخواہش سے منع فرما دیا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اہل صفہ کو دیکھا۔ان میں سے کسی کے پاس اوپر نیچے کے لئے پورا کپڑا نہیں تھا۔کسی کے پاس ازار (تہ بند وغیرہ) تھا یا (کسی کے پاس) صرف (اوپر لینے والی) چادر۔جسے وہ اپنی وہ گردنوں میں باندھ لیتے۔وہ کسی کی آدھی

پنڈلیوں تک پہنچتی اور کسی کے ٹخنوں تک۔ پس وہ اسے اپنے ہاتھ سے سمیٹ کر رکھتا کہ کہیں اس کے پردے والی جگہ ننگی نہ ہو جائے (بخاری)۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں عرب میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے تیراندازی کی اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے تھے۔ اور ہمارے پاس کھانے کے لئے حبلہ (ایک جنگلی درخت) اور کیکر کے درخت کے پتوں کے سواء کچھ نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارا ایک آدمی اس طرح قضائے حاجت کرتا۔ جس طرح بکری (مینگنیاں) کرتی ہے۔ وہ (خشکی کیوجہ سے) ملی ہوئی نہیں ہوتی (بخاری ومسلم)۔ آج ہم تین مختلف اوقات میں تینوں مختلف کھانے تناول کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نبیؐ روزے سے رہتے تھے۔ بھوک وافلاس کیوجہ سے پیٹ کی درد کی شدت کم کرنے کیلئے پیٹ پر پتھر باندتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ محمد ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی (بخاری ومسلم)۔ حضرت نعمان بن بشرؓ سے رویت ہے کہ میں نے تم تمہارے نبی ﷺ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ردی کھجور بھی اتنی مقدار میں آپ کو میسر نہ تھی جس سے آپ پیٹ بھر لیتے (مسلم)۔ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا، میرا یہ حال ہوتا تھا کہ میں منبر رسول ﷺ اور حضرت عائشہ کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ پس آنے آتا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا اور خیال کرتا کہ میں دیوانہ ہوں حالانکہ مجھے کوئی دیوانگی نہیں تھی۔ صرف بھوک تھی (جس کی شدت سے مجھے غشی آجاتی) (بخاری)۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں۔ اللہ کی قسم، اے میرے بھانجے! ہم چاند دیکھتے، پھر ایک چاند، پھر (تیسرا) چاند۔ دو مہینے میں تین چاند۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا خالہ جان! پھر آپ کا گزارہ کس چیز پر ہوتا تھا۔ انہوں نے فرمایا دو سیاہ چیزوں، کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول ﷺ کے بعض پڑوسی انصار میں سے تھے۔ جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے۔ وہ رسول ﷺ کی خدمت میں ہدیے کے طور پر دودھ بھیج دیتے تھے۔ وہ آپ ہمیں (بھی) پلا دیتے (بخاری ومسلم)۔ ہم آج رنگین اور قیمتی ملبوسات پہنتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نبیؐ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم پکڑ کر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا پکڑ کر اسے اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔ پھر فرمایا، یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں (صحیح سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء)۔ ہم اپنی اولاد اور نسل کو محفوظ سے محفوظ تر کرنے کیلئے، کاروبار بنائے اور جائیدادیں بناتے ہیں۔ شاندار کالونیوں کی بہترین منتخب جگھوں پر پلاٹ خرید کر اپنے بچوں کے بہتر مستقل کو یقینی بناتے ہیں۔ جبکہ اللہ کے نبیؐ نے وراثت میں کلام اللہ اور اپنی سنت کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔ جو دنیاوی اسباب اگر تھے بھی تو امت میں صدقہ وخیرات کر دیئے گئے۔ ہمارے نبیؐ جو اپنی بیٹیوں اور نواسوں سے دل وجان سے پیار کرتے تھے۔ ان کیلئے صدقہ لینا بھی ناجائز ٹھہرا گئے۔ اپنی اولاد کیلئے ایک سخت گیر اور جفاکش زندگی کا انتظام کر گئے۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی رہتی دنیا تک پوری امت مسلمہ کیلئے ایک عملی اور لازوال عملی پیغام چھوڑ گئے۔ کیونکہ آپکے مقام وصال، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارک میں تین دن سے چولہا نہیں جلا تھا۔ مگر میرے اور آپ آقا ﷺ کے گھر میں سات تلوریں لٹکیں تھیں۔ گویا آپ ﷺ نے ہماری ترجیحات متعیں کر دیں۔ کہ ہم پیٹ کے پجاری، مٹی کے مادہ اور دنیا کے اسیر بن کر نہ جئیں۔ بلکہ حریت، غیرت، حمیت سے مجاہدانہ زندگی بسر کریں۔ تو اس تناظر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے نبیؐ سے زیادہ دانشمند ہیں۔ ان سے زیادہ اپنی اولاد، نسل اور قوم کا دور رکھتے ہیں۔ ان سے زیادہ فہم وفراست وقرب الٰہی کے حامل ہیں۔ یقیناً ہرگز نہیں۔